

سید ھی بات سے اصلاحِ اعمال کا بہت گرا تعلق ہے۔

قول سدید نہیں ہوگا تو اصلاح نہیں ہوگی۔

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ الرانج ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۲ اگست ۱۹۹۸ء بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن اداہ الفضل اپنی زمہداری برائی کر رہا ہے)

دل گانے کی بجائے دماغ گھر کی طرف رکے گا اور جتنی جلدی اس کو توفیق ملے گی وابس آجائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اسے کیا رہئے کاراہ کیا ہے۔ میں نے جواب دیا بھروسیں دینے چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تو نے ایسا نہ کیا تو یہ تیرا بھوٹ شماز ہوگا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۲۷ مطبوعہ بیروت)

پس قول سدید کا تجربہ گھروں سے شروع ہونا چاہئے۔ تمام وہ اولادیں جور فتہ رفتہ بگڑ کر دور چلی جاتی ہیں بچپن میں ان سے قول سدید سے کام نہیں لیا جاتا۔ بارہ ماں نے ماڈل کو توجہ دلائی ہے اور اب پھر میں دوبارہ متوجہ کرتا ہوں باپ بھی مخاطب ہیں مگر بالعلوم مائن جن کا روزمرہ بچوں سے واسطہ ہوتا ہے اکثر وہ بچوں کو گلے سے اتارتے کے لئے کوئی جھوٹا وعدہ کر دیتی ہیں اور جب وہ پورا نہیں کرتی تو یہ قول سدید کے خلاف ہے اور قول سدید کے نہ ہونے کے نتیجے میں اصلاح ہوئی نہیں سکتی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اصلاح کا وعدہ قول سدید سے وابستہ فرمادیا ہے تو ظاہر ہے کہ قول سدید نہیں ہوگا تو اصلاح نہیں ہوگی۔ یہ دو باتیں قول سدید اور اصلاح لازم ملروم ہیں۔ اگر ایک نہیں ہوتی تو دوسرا یہ بھی نہیں ہوگی اور یہ نکتہ اکثر لوگ اپنے بچوں کی تربیت میں بھلا دیتے ہیں۔ بچوں سے جو بات کو صاف اور سیدھی کروں کے نتیجے میں وہ ہمیشہ اول تو تمہاری زیادہ توقیر کریں گے کیونکہ جو شخص اپنے وعدے کاپکا ہو اور صاف کھری بات کرنے والا ہو ہمیشہ اس کے لئے دلوں میں عزت پیدا ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک ایسا طبعی نتیجہ ہے جسے نظر انداز کیا ہی نہیں جاسکتا۔

حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ کھری بات کرنے والے تھے۔ اگر کھری بات کے نتیجے میں لوگ دور بھاگ رہے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادگرد تو کوئی بھی نہ رہتا۔ اصل میں آپ کالوگوں کے اوپر رحمت اور شفقت کا سلوک ایک الگ مسئلہ ہے اس نے بھی لوگوں کو کھیچ پر کھا مگر یہ بات لوگ نظر انداز نہ کریں کہ کھری بات کرنے سے بھی عزت بڑھتی ہے اور جو ہمیشہ کھری بات کرنے والا ہو آہتہ اس کی نیحہ سے منافرتو نہیں پیدا ہوتی بلکہ وہ بدن اس کی عزت اور احترام کا جذبہ دل میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھری باتیں کرنے میں ظاہر ہے دنیا میں تمام پہلوں اور اگلوں سے سبقت لے گئے اور سب سے زیادہ آپ کی توقیر کی گئی۔ بت گھری توقیر ہے جو صحابہ کے دل میں بھی تھی بلکہ دشمن بھی آپ کی کھری بات کی قدر کرتا تھا۔ جو ابو جہل والا واقعہ آپ کے سامنے ہے اس میں بھی آپ نے جا کر جبکہ وہ شدید مخالف تھا کھری بات کی اور اس کے دل میں اس کھری بات کا رعب پڑ گیا۔ جب بھی کوئی غیر آپ کی بات سنا تھا جانتا تھا کہ پسی بات ہے اور اس کے نتیجے میں منافرتو کی بجائے عزت بڑھا کرتی تھی۔

پس اپنے گھروں میں یہ تجربہ تو کر کے دیکھو۔ اپنے بچوں سے کھری بات کو اور دیکھو کہ ان کے دلوں میں وہ بدن عمر کے ساتھ ساتھ تمہاری عزت بڑھے گی۔ اور اگر یہ نہیں کرو گے تو پھر اولاد ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ آج تک میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی اپنے بچوں سے دھوکے کی باتیں کرتا ہو اور بچے پھر ان کی کوئی عزت کرتے رہیں یا آزاد ہونے کے بعد دین سے اور دنیا سے ہر لحاظ سے ان کے اثر سے باہر نہ نکل سکے ہوں۔ جب ان کو توفیق ملتی ہے وہ بڑے ہو کر اپنے ماں باپ کے دائرہ اثر سے باہر نکل جاتے ہیں۔

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمن الرحيم۔

الحمد لله رب العلمين - الرحمن الرحيم - ملك يوم الدين - إياك نعبد وإياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين -

هُنَّا أَيُّهَا الَّذِينَ آتَمُوا أَنْقُوا اللَّهُ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِينَا يُصْلِحُ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يَطِعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا لَهُ۔ (الأحزاب: 71-72)

آج کے خطبے کے لئے میں نے قرآن کریم کی دو دو آیات مختلف سورتوں سے اخذ کی ہیں اور انہی کو اس خطبے کا عنوان بنایا ہے۔ یہ پہلی دو آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے سورۃ الحزب کی آیت اکابر ویں اور بکتر ویں ہیں۔ دوسری دو آیات میں نے سورۃ البقرہ سے چیز ہیں پیش کیا ہیں اور چھایا ہیں جو اس طرح ہیں۔ آنامُرُونَ النَّاسَ بِالبَرِّ وَتَسْوِنَ الْفَسْكَمْ كیا ملک لوگوں کو تو سیکل کی تعلیم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھوٹ جاتے ہو۔ وَأَنْقَمْ تَلَوْنَ الْكِتَابَ حَالَكَمْ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ کیا تم عقل نہیں کرتے۔ وَاسْتَبِيُّو بِالصَّبَرِ وَالصَّلَاةِ اور صبر اور صلوٰۃ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَلِيفَيْنَ۔ اور یہ بہت بڑی بات ہے مگر ان لوگوں کے لئے جو خاک بہ سر ہوں، جو مرا جامشی سے ملے رہیں۔ یہ دو آیات ہیں جن کو میں ایک دوسرے خطبے کا موضوع بناؤں گا۔

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اے لوگوں جیمان لائے ہو، یہ آیات اکثر نکاح کے موقعوں پر تلاوت کی جاتی ہیں، اے لوگوں جیمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سیدھی بات کرو۔ سیدھی بات کے متعلق میں پسلے بھی کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ سیدھی بات پسی بات سے زیادہ اعلیٰ درجے کی بات ہے۔ پسی بات کئے کے نتیجے میں بھی بعض دفعہ غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ سیدھی بات کرنے کا عادی پوری کوشش کرتا ہے کہ باتیں طرح کرے کہ پسی بھی ہو اور اس سے کوئی غلط فہمی بھی پیدا نہ ہو۔ جو اس کے دل کا نشانہ ہے وہ پوری طرح کھل کر ظاہر ہو جائے۔ يُصْلِحُ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ کیونکہ سیدھی بات سے اصلاحِ اعمال کا بہت گرا تعلق ہے۔ ایک بات تم کرو دوسری بات اللہ نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ يُصْلِحُ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ اگر سیدھی بات کو شیوه بناؤ گے تو وہ ضرور تمہارے اعمال کی اصلاح فرمادے گا۔ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ اور تمہارے گناہ جو اس سے پسلے سرزد ہو گئے ان کو معاف فرمادے گا۔ وَمَنْ يَطِعُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے پسی اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔ یعنی یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہے گا، اطاعت رسول کی توفیق ملتی چل جائے گی اور جوں جوں جوں تم اطاعت کرو گے ساتھ ساتھ تم نیکی میں ترقی کرتے چلے جاؤ گے یہاں تک کہ اس کا کوئی تینی نہیں سوائے اس کے کہ جب تمہیں موت آئے گی تو تم ایک کامیابی کی حالت میں مر رہے ہو گے، بہت بڑی کامیابی تمہیں نصیب ہو گی۔

ان آیات سے متعلق پسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پیش کرتا ہوں جو میرے نزدیک ان آیات سے گرا تعلق رکھتی ہے۔ مسند احمد بن حنبل سے یہ حدیث لی گئی ہے عبد اللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں ابھی پچھے ہی تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے گھر پر تشریف لائے۔ میں کھلینے کو دئے کے لئے گھر سے باہر جانے لگا۔ میری والدہ نے کہا ہے عبد اللہ جلد گھر پر آتا میں تجھے کچھ دوں گی۔ اس لامع میں کہ مجھے کچھ ملے گا ان کا خیال تھا کہ یہ کھل کو دیں

بولے، سختی کرتا، ان کو سمجھانے کا یہ طریق تھا کہ وہ چیز حاصل کر کے میا کر دیتا تھا تاکہ جب بچے داپس آئیں تو ان کے لئے موجود ہو۔ تو تربیت کے مختلف رنگ ڈھنگ ہوتے ہیں۔ پچی بات کرنے میں ضروری نہیں کہ وہ کڑوی بات بھی ہو، پچی بات کرنے کے انداز الگ الگ ہیں۔

جب پچی بات کرنی ہی پڑے تو خواہ کسی کو کڑوی لگے وہ ضرور کرنی ہے۔ لیکن اگر آپ یہ پسند کرتے ہوں کہ اس بات کا کوئی ایسا تکلیف وہ اثر نہ پڑے تو یہ ممکن ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں بارہا اس کو آزمیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی ساری عمر اپنے بچوں سے کوئی وعدہ نہیں کیا جس کو میں پورا نہ کر سکتا ہوں۔ اس کے نتیجے میں میں خوش ہوں۔ میرے بعد اللہ اسی حال پر ان کو قائم رکھئے، یہ میری دعا ہے۔ آپ بھی اپنے بچوں کے لئے یہی دعا کیا کریں اور جب یہ دعا کریں گے تو اس عمل کے بعد ہونی چاہئے جو اس دعا کے مطابق ہو ورنہ وہی منافقت والی بات آجائے گی۔ آپ کے لئے بھی بچوں کی خاطر دل میں ایسا درد ہونا چاہئے جو اللہ کے فضل کے ساتھ ہیش میں نے محسوس کیا اور میں جانتا ہوں کہ اللہ اس درد کو کبھی ضائع نہیں کرتا، تو قع سے بڑھ کر پھل لگاتا ہے۔ تو اپنے گھروں میں تجربہ توکر کے دیکھیں کتنا آسان تجربہ ہے۔ بچوں سے پیار ہو اکرتا ہے ان کے حق میں یہ باتیں کرنی ہیں اس میں کوئی مشکل ہے۔ لیکن جو مشکل ہے وہ یہ کہ سر سے تالئے کی کوشش نہ کریں بچوں کو، جب بھی ٹالیں گے ہیش کے لئے وہ ٹل جائیں گے پھر آپ کو ان کی نیکی دیکھنا صیب نہیں ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات میں سے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے بت بڑے واقعات ہیں اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے وہ واقعات بڑے بیان کئے ہوئے ہیں اور بھی بہت سے صحابہ نے واقعات بیان کئے ہوئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ چھوٹا سا کوئی وعدہ کیا ہے اور پھر وہ جھوٹے نہیں۔ ایک دفعہ ایک صحابی جو غالباً حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ہی تھے سوئے ہوئے تھے اور ان کی آنکھ کھلی تو ویکھا چاہرپائی کے پیچے فرش پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لیٹئے ہوئے ہیں۔ وہ گھبر اکراٹھے کہ ہیں! آپ بیان لیئے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں، گھبراؤ نہیں، میں تمہاری حفاظت کر رہا ہوں، اپنے بچوں کے شوئے۔ بچوں کو میں نے باہر بھگا دیا تھا اور کہا تھا خبردار جو ادھر آئے میں یہاں ہوں گا۔ اس یقین پر کہ میں یہاں ہوں گا، وہ آپ کو تجھ نہیں کر رہے۔ آپ نے کہا اگر میری یہ بات غلط ہوتی، کوئی جھانک کے دیکھ لیتا کہ میں یہاں نہیں ہوں تو اس پر کیا بد اثر پڑتا۔ ایک تو آپ کی نید خراب ہوتی، دوسرا اس کی تربیت بگر جاتی۔

اتا بار یک خیال تھا پچی، صاف اور کھری بات کرنے کا کہ آپ گرد پیش نظر ڈال کر دیکھ لیں آپ کو کوئی دوسرا انسان اس باری کی ساتھ اپنی باتوں کی حفاظت کرنے والا نہیں ملے گا۔ یہ وہ شخص ہے جس کو لوگ جھوٹا بھی کہتے ہیں، ان کی اپنی بد نصیبی ہے۔ وہ جب مریں گے تو اللہ ان سے جو سلوک چاہے فرمائے لیکن ایک باشور انسان جو گمراہی کی نظر سے کسی کے سچ کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے اسے بڑی باتوں کی بجائے روزمرہ کی جھوٹی باتوں میں اس کا مطالعہ کرنا چاہتے ہے۔ بڑی باتوں میں جھوٹ بولا جاتا ہے بڑے بڑے دعاوی میں بڑے جھوٹ بولے جاتے ہیں اور انسان سمجھتا ہے کہ میں ان جھوٹوں کے ساتھ دنیا میں عزت اور توقیر یا جاؤں گا لیکن جھوٹے معاملات میں گھر میں ہر روز کی جھوٹی جھوٹی زندگی کی باتوں میں جھوٹ نہ بولنا بہت بڑی آزمائش ہے۔ اس آزمائش پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کبھی آپ کوئی آدمی نہیں دیکھیں گے جو اس طرح پورا لڑا ہو۔

اور آپ کو اپنے گھروں میں یہ دستور بنا جائیں اور کی آزمائش کو سنبھال لیں، باہر اللہ تعالیٰ آپ کے وجود کو صاف ستر اور پاکیزہ و جود کے طور پر دنیا کے سامنے ظاہر فرمائے گا پھر آپ کے بڑے دعاوی بھی قبول کئے جائیں گے۔ لیکن نظرت میں دور گی نہیں ہوئی چاہئے۔ یہ دور گی ہے جو انسان کو بر باد کر دیتی ہے۔ اب اس ضمن میں خواہ یہ بعض نوش جو میرے رہ گئے ان کے نتیجے میں خطبہ چھوٹا بھی ہو تو تحریج نہیں کیوں کہ ان آیات میں آئندہ آتامُرُونَ النَّاسَ بِالْبَرِ سے متعلق جو میں باتیں کہنا چاہتا ہوں اس میں یہ کافی اہم اور سچ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آتامُرُونَ النَّاسَ بِالْبَرِ کی آیت کی تشریع میں فرماتے ہیں ”حقیقت میں اس امر کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ انسان کا قول اور فعل بالہم ایک مطابقت رکھتے ہوں۔ اگر ان میں مطابقت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے آتامُرُونَ النَّاسَ بِالْبَرِ وَ تَسْوُونَ أَنْفُسَكُمْ یعنی تم لوگوں کو تو یکی کا امر کرتے ہو مگر اپنے آپ کو اس امر یکی کا مخاطب نہیں بناتے بلکہ بھول جاتے ہو“ (الحکم جلد ۹ نمبر ۱۶ مورخہ ۱۹۰۵ صفحہ ۲)۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے اور میں اسی سے بات شروع کرتا ہوں کہ حضرت مصلح موعود نے جو تفسیر صہیر میں ترجیح پیش فرمایا ہے اس میں اس پہلے حصے کو یہود کے متعلق اور سابقہ قوموں کے متعلق بیان فرمایا ہے۔ آتامُرُونَ النَّاسَ بِالْبَرِ وَ تَسْوُونَ أَنْفُسَكُمْ وَ أَنْتُمْ تَلْقَوْنَ الْكِتَابَ اور الکِتاب سے وہ تورات اور پہلی کتب مقدسہ مرادی ہیں۔ اس کی وجہ یہ حسن ظرفی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موضوع پر تین باتیں ایسی بیان کیں جو منافق کی نشانی ہیں۔ ان میں سے ایک وہی ہے جس کا ذکر کر رہا ہو۔ فرمایا منافق وہ ہے جو جب کوئی وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الشہادات)۔ پس سب سے پہلے تو بچوں سے وعدہ کرو تو اس میں وعدہ خلافی نہ کرو۔ جو بچوں سے وعدہ خلافی کرے گا وہ باہر بھی وعدہ خلافی کرے گا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ پورے کرے یہ ناممکن ہے، فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ تو آخر غفور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی یہ علامتیں بیان فرمائی ہیں اور میں تمیں سمجھتا کہ کوئی ہوش مند شخص جانتے یوچتے ہوئے منافقت کی راہ اپنے لئے پسند کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موضوع پر جو کچھ فرمایا ہے میرا خیال ہے میں اس حصے کو پیچھے چھوڑ آیا ہوں لیکن اپنی یادو اشت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا عمل اس بارے میں بیان کر دیتا ہو۔ بہت سے واقعات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایسے گزرے ہیں کہ ایک شخص جو یورپی نظر سے ان کو دیکھے وہ سمجھے گا کہ یہ اللہ کا کیا نبی ہے جو اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں میں بنتا رہا ہے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جیب میں روڑے بھرے ہوئے تھے۔ اب ملاں اور بدجنت لوگ نہیں گے اور قہقہے لگائیں گے کہ یہ نبی ہا ہوا ہے جیب میں روڑے ہیں۔ وہ اس لئے تھے کہ اپنے ایک بچے سے جو روڑوں سے کھلیتا اور شور مچا رہا تھا آپ نے کہا کہ یہ روڑے مجھے دے دو اور باہر جا کر کھیلو۔ جب واپس آؤ گے میں تمیں دے دوں گا۔ وہ روڑے جیب میں ڈال لئے تاکہ ان میں سے کوئی بھی ضائع نہ ہو۔ جب وہ بچہ واپس آیا تو وہ روڑے اس کے سپرد کر دے۔ اب دیکھنے میں ایک بہت چھوٹی بات ہے مگر چھوٹی باتوں ہی سے عظیم باتیں پیدا ہو اکرتی ہیں۔ اگر کسی کو اتنا خیال ہے اپنے بچے سے سچا وعدہ کرنے کا کہ اس کے روڑے سنبھالتا پھرتا ہے تو اندازہ کریں کہ باہر کی دنیا میں اس کا کیا حال ہو گا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کی بیشتر دلیلیں ہیں مگر یہ ایک دلیل بھی ہو شمند کے لئے کافی ہوئی چاہئے۔ جو وعدوں کا اتنا سچا ہو وہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئیاں بیان کرنے اور دنیا سے وعدے کرنے میں کتنا سچا نہیں ہو گا۔ پس اسی کو اپاڑ طیرہ بنا لیں اور اپنے بچوں کو خواہ جھوٹے لارے نہ دیا کریں۔

اپنے گھر میں میں نے بچپن سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس بات کی تاکید رکھی۔ ماں کی عادت ہوتی ہے میری بیگم مرحمہ بھی، بے خیال میں لوگ سمجھتے نہیں کہ جھوٹ ہے، بے خیال میں بچوں سے وعدے کر دیا کریں تھیں کہ تمیں میں یہ دیدوں گی، فلاں چیز دیدوں گی اور جب مجھے پتہ چلتا میں وہ ضرور حاصل کر لیا کرتا تھا۔ یہ بھی ایک سمجھانے کا طریقہ تھا۔ بجاۓ اس کے کہ ان کو کہوں کہ آپ نے جھوٹ ہوئی چاہئے۔

خیال نہیں آیا۔ نیکی کا حکم دینا تو صاف نظر آ رہا ہے گر اس کا نتیجہ نکالنا کہ دوسروں کے عیوب ڈھونڈتا رہے۔ یہ بہت گہر ان فیضی کنٹھ پے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گہرائی میں ذوب کر سمجھا ہے آپ کو بھی سمجھنا چاہئے۔ ”دوسرا کے عیوب کو نہ دیکھتا رہے بلکہ چاہئے کہ اپنے عیوب کو دیکھے کیونکہ خود تو وہ پابندان امور کا نہیں ہوتا اس لئے آخر کار یہ تَقْوِلُونَ مَا لَا تَعْلَمُونَ کا مصدقہ ہوتا رہا۔

اگر اپنے عیوب نہیں دیکھے گا تو اپنے نفس کو نیکی کا حکم کیسے دے گا یہ ہے بیادی بات۔ اپنے عیوب کی تلاش اس آیت کا ایک لازمی حصہ بنتا ہے۔ کوئی شخص اپنے نفس کو نیکی کی تعلیم نہیں دے سکتا جب تک اس کو معلوم نہ ہو کہ کن کن بدیوں کا شکار ہے۔ بدیوں کا علم ہی نہیں تو نیکی کی تعلیم کیسے ہو سکتی ہے۔ نیکی کا تو مطلب ہے بدیوں کو دور کرنا۔ بدیاں دور ہو گئی تو نیکیوں کا سلسلہ شروع ہو گا۔ ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو اپنی بدیوں کی تلاش شروع کر دیتا ہے وہ دوسروں کی بدیوں کی تلاش سے باز آ جاتا ہے۔ یہ بہت ہی عظیم فیضی کنٹھ ہے جس کو بعض پہلے لوگوں نے اپنے طور پر، قرآن کریم کی آیت کی تشریح کے طور پر نہیں، اپنے طور پر بیا اور اس سے استفادہ کیا میں اس ضمن میں بہادر شاہ ظفر کا ایک شعر پہلے بھی پڑھ کر سناتا ہا ہوں۔ وہ کہتا ہے۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اور وہ عیوب دھنر

پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نہا میں کوئی برا نہ رہا کیسی گری فطرت کی بات وہ کر گیا ہے۔ اپنی برائیوں پر جب نظر پڑی تو اپنے جو دنگ و دکھائی دینے کا اس کے بعد غیروں کے عیوب تلاش کرنے کا حوصلہ ہی باقی نہیں رہتا۔ یہ وہ کنٹھ ہے جسے اس آیت سے جوڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھول کر بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ خود تو وہ پابندان امور کا نہیں ہوتا اسے آخوند کار لِمْ تَقْلُونَ مَا لَا تَعْلَمُونَ کا مصدقہ ہوتا رہا۔ پھر اس پر اس سے زیادہ سخت فتویٰ قرآن کریم کا جاری ہو جاتا ہے کہ تم کیوں ایسی باتیں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

”اخلاص اور محبت سے کسی کو نصیحت کرنی بہت مشکل ہے۔ لیکن بعض وقت نصیحت کرنے میں بھی ایک پوشیدہ بعض اور کبر ملا ہوا ہوتا ہے۔“ اخلاص اور محبت سے نصیحت کرنی مشکل ہے۔ اخلاص اور محبت سے نصیحت تھی ہو سکتی ہے اگر دل کا پوشیدہ کبر اٹھا کے باہر پھیک دیا جائے اور وہ جو ایک پوشیدہ کبر ہے وہ اپنی برائیوں کی تلاش کے بغیر نظر بھی نہیں آتا۔ یہ سلسلہ ہے جو اسی طرح سلسلہ دار آگے بڑھتا ہے۔ تو اپنے نفس کے عیوب پر نظر رکھنا، ہمیشہ اس کی تلاش رکھنا، اس کے نتیجے میں پھر نصیحت میں بعض کا کوئی پہلو باقی نہیں رہے گا اور جب بعض کا پہلو نہیں رہے گا تو پھر سوائے ہمدردی کے کوئی وجہ نہیں ہو گی کہ تم نصیحت کرو گے اور یہی ہے جو اللہ تعالیٰ

ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرمائے کہ کیا تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفس کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔ امر واقعی یہ ہے کہ یہود ایسا کیا کرتے تھے۔ اس لئے بھی حضرت مصلح موعود کا خیال اور گیرا۔ لیکن اگلی آیت صاف بتا رہی ہے کہ امت مسلمہ ہی مراد ہے کیونکہ پہلوں کو حکم دیتے ہوئے اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرمائے سکتا تھا وہ اسْتَعِنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ۔ اگر پہلی آیت میں پہلی قوموں کا ذکر ہوتا تو ان کو ان کی خرابی کی طرف متوجہ کر کے معایب کے کام جا سکتا ہے کہ اے گزری ہوئی قوموا وَاسْتَعِنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ۔ تو میرے نزدیک لا زماں یہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام مراد ہیں۔

اتَّمُرُونَ النَّاسَ بِالْبَرِّ وَالصَّلَاةِ۔ اگر پہلی آیت میں پہلی قوموں کا ذکر ہوتا تو ان کو ان کی طرف کیا گیا ہے۔ تم تو اموں کی اصلاح کے لئے ان کو برائیوں سے روکنے کے لئے نکالے گئے ہو کیا اس کرو گے؟ یعنی ”کا جو سوال ہے یہ ان معنوں میں آتا ہے کہ کیا تم یہ کرو گے کہ لوگوں کو تو نیکی کی نصیحت کرو ہے اور اپنے آپ کو بھول جاؤ، ہرگز ایسا نہیں کرنا۔ وَأَنْثُمْ تَتَلَوُنَ الْكِتَابَ یعنی قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والی قوم ہو۔ تم سے ہرگز یہ موقع نہیں۔ آفلاً تَعْقِلُونَ بہی کیا تم عقل نہیں کرو گے۔ یا کیا تم عقل نہیں کرتے۔ تو یہ سوال ہے ایک احتمال کے بیان کے طور پر ہے رد کرنا مقصود ہے اور اگلی آیت بعینہ اس کے مطابق ہے۔

یہ جو کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے بنی نوع انسان کی اصلاح، ان کو نیکی کا حکم دینا اور اپنے آپ کو نیکیوں پر قائم رکھنا یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے سوا ممکن نہیں۔ اس کے لئے لازم ہے کہ وَاسْتَعِنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ۔ تو اللہ سے صبر اور صلواۃ کے ذریعے سے مد مانگو۔ الصلواۃ کا معنی دعا بھی ہے اور الصلواۃ کا معنی روزمرہ کی نمازوں پر ہتھے ہیں وہ بھی ہے۔ تو دونوں میں اس میں آجائیں گے۔ وَاسْتَعِنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ لازم ہے کہ نمازوں کی باقاعدگی اختیار کرو اور نمازوں میں بھی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہو کہ تم کبھی دو غلنے بنو، خدا کی نظر میں تم منافق نہ ہو۔ صبر کے ساتھ اور عام چلتے پھر تے دعاوں کے ساتھ خدا سے مد مانگتے رہو۔

وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَلِيلِينَ مگر یہ بات بہت بھاری ہے لوگوں پر، صبر کی تلقین میں اللہ سے مد مانگنے بھی بھاری ہے۔ اب جس چیز کے لئے مد مانگ رہے ہیں وہ چیز ہی بھاری ہو جائے تو کیسے توفیق ملے گی۔ تو دراصل جو مد مانگی جا رہی ہے اس میں یہ توفیق بھی شامل ہے کہ ہمیں یہ مد مانگنے کی بھی توفیق عطا فرمائیں ایک شرط رکھ دی ہے وہ لازم ہے۔ بہت بو جھل ہو گا یہ حکم مگر ان لوگوں کے لئے جو خاک بہ سر ہوں، ان کا نفس بارا ہوا ہو، وہ زمین پر بچپنے والے ہوں، ان کے لئے معاملہ بو جھل نہیں ہو گا۔ اس لئے بو جھل نہیں ہو گا کہ جو زمین پر بیٹھا ہے اس نے تو بھیک مانگنی ہی ہے اور کیا کرے گا۔ اب اکثر فقیر جو ہیں ان کو آپ دیکھیں گے زمین پر بیٹھے ہوتے ہیں کیونکہ زمین پر بیٹھا ایک عاجزی کی علامت بھی ہے اور احتیاج کو ثابت کرتی ہے۔ جو زمین پر بیٹھا ہو گا اس نے ہاتھ پکھیانے ہی ہیں تو جس کو خدا تعالیٰ یہ توفیق دے کہ وہ خاک بہ سر ہو جائے اس کے لئے مشکل نہیں ہے۔ وہ اللہ سے مد مانگے اور خواہ کتنے مشکل کام پر اللہ کی مدد طلب کر رہا ہو اللہ تعالیٰ اس کی اس عاجزی کو دیکھتے ہوئے اس پر ان را ہوں کو آسان فرمادے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، ”حقیقت میں اس امر کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ انسان کا قول اور فعل باہم ایک مطابقت رکھتے ہوں۔ اگر ان میں مطابقت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اتَّمُرُونَ النَّاسَ بِالْبَرِّ وَتَسْنَوْنَ أَنْفُسَكُمْ کہ تم لوگوں کو تو نیکی کا امر کرتے ہو گر اپنے آپ کو اس امر نیکی کا مخاطب نہیں بناتے بلکہ بھول جاتے ہو۔“ اس ضمن میں جو ایک ترجمہ بعدین عربی لغت کے مطابق ہے مگر عموماً یہاں بیان نہیں کیا جاتا وہ میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ وَتَسْنَوْنَ أَنْفُسَكُمْ میں اپنی جانیں تو مراد ہیں ہی۔ مگر افسوس کے سر اپنے الٰل و عیال بھی ہیں اور بعضہ عربی لغت نے مطابق یہ ترجمہ جائز بلکہ اہمیت رکھتا ہے۔ تو مراد یہ ہے کہ تم دنیا کی اصلاح کے لئے نکلو گے، اپنی اصلاح نہ کرو، اپنے بچوں کی بھی نہ کرو جو گھر میں تمہارے سامنے رکھنا چاہتا ہو۔ تو کس منہ سے دنیا کے سامنے نکلو گے۔ یہ خیال ایک جھوٹا اور باطل خیال ہے کہ اس کے باوجود دنیا تمہاری بات سن لے گی اور اس پر اڑپڑے گا۔ تو یہ افسوس کے دوسرا معنی ہے کہ اپنے الٰل و عیال، اپنے بچوں کو بھول جاتے ہو۔ یہ وہ معنی ہے جو مسلسل بیان کر رہا ہوں اور آپ کو خصوصیت سے اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

ایک اور معنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بیان فرمایا ہے، ”خدا تعالیٰ فرماتا ہے اتَّمُرُونَ النَّاسَ بِالْبَرِّ وَتَسْنَوْنَ أَنْفُسَكُمْ اس کا یہی مطلب ہے کہ اپنے نفس کو فراموش کر کے دوسرا کے عیوب کو نہ دیکھا رہے۔ اب یہ ایسا طائف معنی ہے جس کا میرے علم کے مطابق کسی دوسرا مفسر کو کبھی

امتِ مسلم سے چاہتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے سوائے ہمدردی بنی نوع انسان کے کسی اور وجہ سے نصیحت نہیں کی۔ اور صحیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوشیدہ بخش اور کبر کا جو ذکر فرمایا یہ روزمرہ کے تجربے میں دکھائی دیتا ہے۔ پچوں سے بھی وہ لوگ جو سختی سے بات کرتے ہیں اور سختی سے روکتے ہیں اگر وہ دل کو شوک کر دیکھیں تو اس میں بھی ایک کبر ہوتا ہے۔ اپنے بچ کو سامنے حقیر اور بے طاقت دیکھ رہے ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں غلبہ ان پر ملا ہوا ہے۔ اور اس کبر کی وجہ سے ان کی نصیحت کے اندازہ میں ایسی کڑوی بات داخل ہو جاتی ہے جس سے نصیحت بے کار جاتی ہے۔ تو حضرت صحیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصائح کو باریکی سے پڑھیں اور باریکی سے ان پر عمل کرنا سیکھیں۔ اس کا لازمی نتیجہ جیسا کہ حضرت صحیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکالا ہے ”اگر خالص محبت سے وہ نصیحت کرتے ہوتے تو خدا ان کو اس آیت کے نتیجے نہ لاتا۔ براسعید وہ ہے جو اول اپنے عیوب کو دیکھے۔ ان کا پتہ اس وقت لگتا ہے جب ہمیشہ امتحان لیتا رہے۔“ (ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۳۶۹)

اب یہ جو سختی کا امتحان ہے اس سے پتہ چلا کہ کتنا مشکل موضوع ہے۔ ”ہمیشہ امتحان لیتا رہے۔“ صحیح شام جو بات انسان کے یا سوچے اس کو پر کئے بھی اور یہ وہ مشکلات ہیں جن کے لئے وَاسْتَعِنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ کا حکم ہے۔ اگر صبر کے ساتھ اور عبادت کے ساتھ اور دن رات کی دعاویں کے ساتھ خدا تعالیٰ سے مدد نہیں مانگو گے تو بت مشکل کام ہے جس کی طرف

تمہیں بلایا جا رہا ہے۔ حضرت صحیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، ”یاد رکھو اس اصلاح کے لئے صبر شرط ہے۔ پھر دوسرا بات یہ ہے کہ ترقیہ اخلاق اور نفس کا نہیں ہو سکتا جب تک کسی مزگی نفس انسان کی محبت میں نہ رہے“ (ملفوظات جلد اول، طبع جدید، صفحہ ۳۶۰، ۳۵۹)۔ اب جتنے مشکل مقالات کی طرف حضرت صحیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بلاستے ہیں ہمیشہ بلا استثناء ان کا آسان حل بھی تجویز فرمادیتے ہیں۔ اور اس آسان حل سے وابستہ جو مشکلات ہیں ان کا بھی آسان حل تجویز فرماتے تھے ہیں یہاں تک کہ وہ آغاز جو برا مشکل آغاز ہاں آغاز کا انجمام آسان بنا دیتے ہیں تاکہ جماعت کے ہر چھوٹے بڑے کو اس پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

اب یہ بات بھی غور سے سن لیں کہ اس کو کیسے آسان ہٹلی۔ فرمایا ترکیہ اخلاق اور نفس کا مشکل کام ہے۔

ہر روز امتحان اور کیسے امتحان لو کہ ہر وقت ان باتوں کی طرف خیال ہے گا اس کے لئے ضروری ہے کہ کسی مزگی نفس

انسان کی محبت میں آرہو۔ خدا تعالیٰ نے اس غرض سے مزگی بلایا ہوا ہے کسی کو اور قرآن کریم نے وہ مزگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو پیش فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس وقت ہم میں موجود نہیں لیکن مزگی پھر کسی ہوئے، کیسے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت اختیار کر سکتے ہیں اگر صحبت اختیار کریں گے تو از خود ترقیہ ہونا شروع ہو جائے گا۔ حضرت اقدس صحیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک معنی یہ پیش فرمایا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت سے، آپ کی نصائح سے، آپ کے نیک عمل کو دیکھ کر اپنا ترکیہ ایک حد تک کر لیا ہے اگر توفیق ملے تو ان لوگوں کے ساتھ رہو۔ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فیض سے اپنا ترکیہ کیا ہے وہ ترقیہ یافتہ لوگ آپ کا ترکیہ کر سکیں گے اور جو جو باتیں مشکل دکھائی دیتی ہیں آسان ہوتی چلی جائیں گی۔ لیکن جن معنوں میں میں اس وقت بات رکھ رہا ہوں وہ براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت کا مسئلہ ہے۔ میرے نزدیک یہ ممکن ہے اور ان سارے مسائل کا جن کا ذکر گزارا ہے بہترین علاج یہ ہے۔ سوتے جا گتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ذکر سے آپ کی محبت اختیار کریں۔ جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر درود پہنچیں ہیں، آپ کے احسانات کا تصور باندھتے ہیں تو وہ ایک محبت ہے اور جب بھی آپ سوئیں اس کے نتیجے میں بد خیالات از خود بھاگیں گے۔ ”إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهْوًا“ اس کو بھگانے کے لئے آپ کو محبت نہیں کرنی پڑے گی۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت ہو اور بد خیالات وہاں را پا جائیں۔ ممکن ہی نہیں ہے کہ بیک وقت یہ دونوں باتیں اکٹھی چل سکیں۔

پس کتنا آسان مسئلہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت اختیار کرنا اور یہ محبت احسانوں

کو یاد کر کے ہو سکتی ہے ورنہ یہ بھی مشکل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو ہم پر احسانات فرمائے ہیں ان کا تو شمار ممکن ہی نہیں ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں چھوٹی نصیحت آپ نے پچھے چھوڑ دی جس سے انسانی زندگی کی کالیاپٹ جاتی ہے۔ کئی لوگ دانتوں کی بیماریوں میں بھتار ہتے ہیں۔ آج کل کے جدید ترین ڈاکٹر بھی ان کا کوئی مؤثر علاج نہیں کر سکتے۔ جو گل گئے دانت مگل گئے۔ لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہ عادت تھی اور اسی کی نصیحت فرماتے تھے کہ ہر نماز سے پہلا چھپی طرح مسواک کرو۔ اگر پانچ وقت کی کو دانت صاف کرنے کی عادت ہو اور بچوں کو بھی جو آپ ضرور سکھاتے ہیں کہ یہ عادت ڈال دیں تو کیسے ممکن ہے کہ عمر

کے کسی حصے میں بھی ان کے دانت خراب ہو جائیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ کوتاہیوں کے نتیجے میں انسان کی عادت نہ رہی ہو تو پھر جو دانتوں پر براثر پڑ جاتا ہے یہ الگ مسئلہ ہے۔ بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جن کا مسوک کی عادت سے تعلق نہیں وہ اندر وہی بیماریاں ہیں۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بیماریوں کا ذکر نہیں فرمائے۔ آپ فرمادی ہے ہیں جو دانت تمہیں خدا نے دئے ہیں جس حالت میں دئے ہیں ان کی حفاظت تم پر فرض ہے۔ اگر اچھے دانتوں والا پانچ وقت کی اس عادت کو اپنالے تو بھی اس کے دانت خراب نہیں ہو گے۔ چنانچہ میری ملاقاوتوں پر جو لوگ آتے ہیں ان میں بعض دفعہ نیادولہما، لہن، بہت خوبصورت دانت، ہنستے ہیں تو موتیوں کی طرح دانت دکھائی دیتے ہیں ان کو میں ضرور نصیحت کیا کرتا ہوں۔ میں نے کما اللہ تعالیٰ نے ایک نعمت عطا فرمائی ہے اور ایک اور نعمت بھی دی ہے دنیا اس سے اعراض کرتی ہے لیکن آپ نے اعراض نہیں کرنا، وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں۔ آپ اس نعمت کے سارے اس ظاہری نعمت کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ پانچ وقت مسوک کیا کرو آج کل مسوک نہیں تو تو تھوڑی بھی قسم کی موجود ہیں۔ اگر پانچ وقت کرو تو ساری زندگی دانت صاف رہیں گے اور لوگوں کا یہ خیال ہے کہ عمر کے ساتھ دانت ضرور جھوڑتے ہیں یہ غلط ہے۔ عمر کے ساتھ اچھے دانت جن کی حفاظت کی جائے وہ مضبوط بھی رہتے ہیں کیونکہ دانتوں کی مضبوطی کا تعلق مسوڑوں کی مضبوطی سے ہے اور جب آپ ان کی پانچ وقت صفائی کریں تو وہ جرا شیم مسوڑوں کو نرم ہونے ہی نہیں دیتے وہ ہمیشہ ٹھیک رہتے ہیں۔ پس یہ وہ صحبت ہے جس کا میں ذکر کر رہا ہوں۔

ایک معمولی، چھوٹی سی مثال میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے۔ اس محبت کے لئے آپ کے نعمت ہونے کا تصور ان روزمرہ کی نصیحتوں میں سے اخذ کریں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمیں فرمائیں۔ جسم کو پاک صاف رکھنا، ہر قسم کی بدیوں سے دور بھاگنا، جسم کی صفائی، ان میں سے ہر نصیحت ایک بہت بڑی نعمت ہے لورہ سارے بدن کی صحت کے لئے انتہائی ضروری بن جاتی ہے۔ یہاں تک نصیحت کہ کھانے سے کبھا تھکھنچا ہے اور کن چیزوں میں نکلف نہیں کرنا، جو کھانہ ہے وہ پاک ہو، حلال ہونہ ہو پاک بھی ہو۔ جب بھی اس میں یہ شبہ ہو کہ وہ حلال تو ہے مگر پاک نہیں رہا اس کو اٹھا کے چھینک دو یا دوبارہ اتنا گرم کر لو کر یقین ہو جائے کہ وہ نیا کی اس میں سے مر گئی ہے۔ یہ صرف چند چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں ان کاحد و شار ہی نہیں ہے۔

میں نے تو ہمیشہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے احسانات کا تصور باندھا اور غور کیا تو تحریر ان رہ گیا کہ کہیے ساری زندگی کے لئے ہم غلامان مصطفیٰ آپ کے احسانات کے تلے اتنا دب بچے ہیں کہ بھی سر اٹھانے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے۔ جو صحابہ آپ کے سامنے آوازیں پنچی رکھتا تھے، جو ادب سے دیکھتے تھے ان کے متعلق یاد رکھیں کہ صرف آوازیں ہی دھیمی نہیں رکھتے تھے نظریں بھی پنچی رکھا کرتے تھے۔ اب میں خطبہ دیتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ اکثر لوگ محبت کی وجہ سے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دیکھ رہے ہوئے ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وقت یہ طریق نہیں تھا۔ ان کو اس سے بہت زیادہ محبت تھی جو آپ کو مجھ سے ہے مگر اپنی آوازیں بھی دھیمی رکھتے تھے اور اپنی نظریوں کو بھی نچار کھکھتے تھے یہاں تک بعض صحابہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وصال کے بعد پوچھا گیا کہ آپ کسی کھل کیسی تھی تو دھڑائیں مدارک کے روئے نگے، زار و قطار روئے نگے، اتنا جیسیں چڑھتا تھا کہ میں چاہتا تھی تو نظر پڑیں نہیں سکتی تھی اور پھر محبت اور عشق کے تقاضے کے نتیجے میں مجھے جرأت بھی نہیں ہوتی تھی کہ میں گھوڑے دیکھوں، غور سے دیکھوں۔ اب میں یاد کر رہا ہوں اور جب مجھ سے کوئی پوچھتا ہے تو میں بتا دیں سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے چڑھے کی تفصیل کیا تھی۔

پس یہ سارے وہ آداب ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے ہم نے سکھے ہیں۔ اب ان پر غور کریں تو ہمیشہ بھیش کے لئے آپ ان آداب کے احسان کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی توقیر کرتے چلے جائیں گے اور آپ کی عظمت کا تصور آپ کے دل میں بڑھتا چلا جائے گا، اپنے آپ کو ہمیشہ زیر باد سمجھیں گے اور یہ وہ صحبت ہے جس محبت کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے کہ یہ مزگی تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس مزگی نفس کی محبت میں رہو۔ اگر یہ صحبت میں ہو جائے تو وہ جو مسائل پہلے بیان کئے گئے ہیں یہ کرو، وہ کرو وہ تو بالکل آسان اور ہر قسم کی مشکل سے آزاد ہو جائیں گے۔

حضرت صحیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، جب تک کسی مزگی نفس انسان کی محبت میں نہ رہے یہ کام جن کی طرف میں بلارہ ہوں یہ ممکن نہیں ہیں۔ ”ولو دروازہ جو کھلتا ہے وہ گندگی دوڑ ہوئے کھتا ہے۔“ اب گندگی دوڑ کیسے ہوتی ہے یہ بھی بڑا بچپن مضمون ہے جو صحیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگے بڑھا دیا ہے۔ ”جن پلید چیزوں کو مناسبت ہوتی ہے وہ اندر رہتی ہیں۔“ یعنی انسان کا دل گندگی سے اس لئے بھرا رہتا ہے کہ ان سے اس کو ایک مناسبت ہوتی ہے۔ لیکن جب کوئی تریاقی صحبت مل جاتی ہے تو اندر وہی پلیدی رفتہ رفتہ دوڑ ہوئی

شروع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ پاک صحبت جب دل میں گھر کرتی ہے تو پلیدی خود بخود دوڑتی ہے۔ یعنی یہ مراد نہیں کہ وہ آسکے جھاڑو دیتا ہے آپ کے دل کو، آپ کے لئے گناہام بھی گویاہ کرتا ہے۔ یہ ایک بہت باریک لکھتے ہے اگر دل میں کسی عظیم شخص کی محبت پیدا ہو جائے اور وہ دل میں گھر کر جائے تو اس کے نتیجے میں پلیدی اس سے بھاگتی ہے، اس کو بھگانے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے جب یہ فرمایا ”جاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ“ ان الباطلَ كَانَ زَهُوقًا“ تو یہی لکھتے ہے جو اس میں بیان فرمایا گیا۔ حق آگئی یعنی ایک عظیم معنی اس کا یہ ہے کہ محمد رسول اللہ آگئے۔ وہ زہق الباطل حق کے آتے ہی باطل نے دوڑنا شروع کیا۔ ان الباطلَ كَانَ زَهُوقًا کیونکہ اس بدجنت کے مقدار میں دوڑنے کے سواب ہے تی کچھ نہیں۔ وہ اس مقام پر ٹھہر نہیں سکتے۔ جس مقام پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جا گئیں ہو چکے تھے۔ پس یہ وہ صحبت صالح ہے جس کا حق موعود علیہ السلام ذکر فرمادے ہیں۔ فرماتے ہیں، ”اندرونی پلیدی رفتہ رفتہ دور ہوئی شروع ہو جاتی ہے کیونکہ پاکیزہ روح کے ساتھ جس کو قرآن کریم کی اصطلاح میں روح القدس کہتے ہیں۔“ روح القدس ایک فرشتے کا نام بھی بیان کیا جاتا ہے مگر وہ روح القدس جس کی بات تحقیق موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمادے ہیں یہ آخر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک تصور ہے۔ جس کو قرآن کریم کی اصطلاح میں روح القدس کہتے ہیں تعلق نہیں ہو سکتا جب تک کہ مناسبت نہ ہو۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ تعلق کب پیدا ہوتا ہے۔ لیکن آخری بات وہی مٹی میں مل جانے والی بات فرمادے ہیں۔ ”خاک شوپیش ازاں کہ خاک شوی۔“ مٹی میں مل جاؤ پیشتر اس کے کہ وہ وقت آجائے کہ تم مٹی میں ملا دئے جاؤ، کہ مجبور امٹی میں مل جاؤ اس کا لفظی ترجمہ یہی بنے گا کہ مٹی میں خود مل جاؤ پیشتر اس کے کہ تم مجبور امٹی میں مل جاؤ۔ مٹی میں تو مانا ہی اس سے پہلے پہلے کیوں نہیں مٹی میں ملتے۔

”اپنے آپ کو اس راہ میں خاک کر دے اور پورے صبر لور استقلال کے ساتھ اس راہ میں چلے۔ آخر اللہ اس کی کچی محنت کو ضائع نہیں کرے گا اور اس کو وہ تور اور روشنی عطا کرے گا جس کا وہ جو یہا ہوتا ہے۔ میں تو حیر ان ہو جاتا ہوں اور کچھ سمجھ نہیں آتا کہ انسان کیوں دلیری کرتا ہے جب کہ وہ جانتا ہے کہ خدا ہے۔“ پس ان سب امور کا ایک لازمی گہرا تعلق ہستی باری تعالیٰ پر ایمان کی حقیقت کے ساتھ ہے جس گہرائی کے ساتھ یہ حقیقت آپ کے دل میں جلوہ گر ہو گی اسی گہرائی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور روح القدس بھی آپ کو عطا ہوئی شروع ہو جائے گی۔

کشتنی نوح میں آپ فرماتے ہیں: ”نماز اور صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو۔ نماز کی چیز ہے۔ وہ دعا ہے جو تسبیح، تحمید، تقویٰ اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرع سے مانگی جاتی ہے۔ سوجب تم نماز پڑھو تو بے خر لوگوں کی طرح اپنی دعاویں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ ہو کیونکہ نماز اور ان کا استغفار سب رسمیں ہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں۔ انسان کو حکم اللہ تعالیٰ نے شریعت کے رنگ میں دئے ہیں جیسے آقیمُوا الصلوٰۃ، نماز کو قائم رکھو۔ پھر فرمایا، وَاسْتَعِنُو بِالصَّرِیْحِ وَالصَّلُوٰۃ، ان پر جب وہ ایک عرصے تک قائم رہتا ہے تو یہ احکام بھی شرعی رنگ سے نکل کر کوئی رنگ اختیار کر لیتے ہیں اور پھر وہ ان احکام کی خلاف ورزی کر دی نہیں سکتا۔“

کوئی کا ایک مطلب ہے کائنات، وسیع تر دنیا اور ایک کوئی کام مطلب ہے فطرت اور جنت۔ تو فرمایا کہ جب ایک عرصے تک تم یہ کام کرتے رہو گے تو وہ تمہاری جلت بن جائے گا۔ تمہارے اختیار ہی میں نہیں رہے گا کہ اس سے باہر نکل سکو۔ پس جلت بنانے کے لئے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ایمان کی گہری حقیقت نصیب ہوئی ضروری ہے اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر کمال ایمان کے نتیجے میں آپ کے دل پر وہ نور آتے گا جسے قرآن کریم نے محمد رسول اللہ بیان فرمایا ہے۔ اور اس نور کے ساتھ تمام اندھیروں کا دور ہونا، بھاگ جانا ایک طبعی اور لازمی حقیقت ہے اس کے ساتھ اگر آپ رہے، اس حالت میں آپ رہے تو یہ آپ کی جلت بن جائے گی۔ آپ کی فطرت ثانیہ بن جائے گی بلکہ فطرت اولیٰ ہو جائے گی۔ دوسری ہر فطرت آپ کو ثانیہ دکھائی دے گی۔ خدا کرے ہمیں اس کی توفیق ملے کیونکہ اس کے بغیر جو عظیم قاضی ان سے وابستہ ہیں ان کا پورا ہونا ممکن نہیں ہو سکتا۔